Al-Milal (July-December 2024)
Vol. 6, No. 2 ISSN: 2663-4392

بقائے باہمی کے فروغ میں صوفیہ کا کردار

The Role of Sufis in Promoting Coexistence

Dr. Saeed Ahmad Saeedi[1]
Hafiz Ghulam Yasin[2]

Abstract: The inherent assortment and beauty in nature are a testament to divine wisdom. Sufism is enrooted in the spiritual and moral teachings of Islam, particularly the life of the Prophet Muhammad (PBUH), who advocates for humility, tolerance, love, and peace. These principles are not just theoretical but are evident in the lives and teachings of the Sufis, who embodied simplicity, sincerity, and humility.

This Research article explores the profound influence of Sufism on fostering social harmony, coexistence, and interfaith understanding. The significance of the article lies in the fact that it elaborates on how Sufis promoted social welfare and eradicated societal evils through their humanistic approach. Moreover, the article presents examples from the subcontinent that illustrate the conduct of the Sufis that bridged the gaps between different communities and castes through their message of love and morality. The Sufis played a crucial role in establishing a harmonious society in a region characterized by strict caste divisions and religious plurality. Thus, the Sufi teachings can provide a framework for addressing modern challenges by promoting inclusivity, peace, and a broader understanding of humanity.

Keywords: *Sufism, social harmony, coexistence, interfaith understanding, Islamic teachings, humility, tolerance, love, peace.*

ہر طرف وسعت کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے اس کائنات کی طرف جب ہم نظر دوڑاتے ہیں تو یہ مختلف اور خوبصورت رنگوں سے بھرپور نظر آتی ہے۔جمادات ہوں یا نباتات، حیوانات یا انسان ہر مخلوق اپنی الگ پہچان رکھتی ہے۔ یہ سب اس امر کی گواہی دیتے ہیں کہ یہ رنگِ تنوع اللہ تعالیٰ کی پسند اور محبت کا راز ہیں۔ شکل و صورت کے ظاہری تنوع کی طرح سوچ میں اختلاف اور فرق بھی مشیت ایزدی کا تقاضا معلوم ہوتا ہے۔اس لئے

[1] Associate Professor, Institute of Islamic Studies, University of the Punjab Lahore: saeed.is@pu.edu.pk
[2] Research Associate, Al-Idrak Research Center, Lahore:ghulamyasin4444@gmail.com

ہم انسان زادوں کو اللہ تعالیٰ کے اس راز کو سمجھ کر بقائے باہمی کا راستہ اختیار کرنا چاہیئے۔ایک دوسرے کے اختلاف رائے کا احترام کریں۔ صوفیہ کرام چونکہ اپنا تعلق نسبت مصطفیٰ ﷺ سے مضبوط کرتے ہیں اور اسی بات کی تبلیغ و ترویج بھی کرتے ہیں اسی لئے ان کی زندگیوں میں نبی کریم ﷺ کی سیرت مبارکہ کے خوبصورت اور متنوع رنگ جھلملاتے ہوئے نظر آتے ہیں۔صوفیہ کرام کے سامنے یہ حقیقت اظہر من الشمس تھی کہ حضور نبی رحمت ﷺ کی حیات مبارکہ کا پہلا پیغام ہی امن، سلامتی اور بقائے باہمی ہے۔دراصل صوفیہ کرام ہی وہ رجال کار ہیں جن کی تربیت اصحابِ صفہ کی طرز پر ہوئی۔یہ درویش صفت لوگ اپنی سادگی، عجز و انکسار اور اخلاص وللّٰہیت کی بناء پر صوفی کہلائے۔انہوں نے معاشرے میں خیر و فلاح کی ترویج اور سماجی و اخلاقی برائیوں کے قلع قمع کے لئے مقدور بھر سعی کی۔ تصوف در حقیقت صفائے باطن سے عبارت ہے، جس کے نتیجے میں ایک صوفی نفع بخشی اور خیر رسانی کا مصدر و منبع بن جاتا ہے۔

صوفی، آفاقی فکر کا داعی

صوفیہ کرام وسعت فکر و نظر کے حامل روشن کردار ہوتے ہیں۔وہ کائنات میں بسنے والے ہر انسان کا خیال رکھتے ہیں چاہے وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم۔ان کی فکر میں حلم، رواداری، محبت اور امن کا پیغام ہوتا ہے۔صوفی عزالدین نسفیؒ فرماتے ہیں کہ چھوٹا ہو یا بڑا سب کو عزیز رکھو تاکہ چھوٹے اور بڑے تمہیں بھی عزیز رکھیں، دوست اور دشمن کے ساتھ تواضع سے پیش آؤ تاکہ دوست تو زیادہ دوست بنے اور دشمن زیادہ دشمن نہ ہو، بلکہ دوست بن جائے۔ دوسروں کی باتوں کو برداشت کرنا دوسروں کے ساتھ انکسار سے پیش آنا، سب کی عزت کرنا اور سب پر شفقت رکھنا انبیاء اور اولیاء کا اخلاق ہے۔

فرماتے ہیں:

Al-Milal (July-December 2024)
Vol. 6, No. 2 ISSN: 2663-4392

تحمل از ہمہ، تواضع باہمہ، عزت داشت ہمہ وشفقت بر ہمہ، اخلاق انبیاء و اولیاء است [3]

سب کے ساتھ در گذر سے کام لینا، سب سے عاجزی سے ملنا، سب سے عزت و شفقت سے پیش آنا انبیاء اور اولیاء کا اخلاق ہے

صوفیہ کرام کی فکر کی وسعت کو ہم ایک خوبصورت انداز میں سمجھنے کی کوشش کریں تو اس کی مثال یہ ہے کہ جس طرح اللہ رب العزت نے اپنا تعارف تمام جہانوں کے رب ہونے کے حوالے سے کرواتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ [4]

سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہان والوں کا پالنے والا ہے۔

یہاں غور طلب بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا تعارف رب المسلمین کی بجائے بلکہ رب العالمین کہہ کر کروایا ہے کہ عالمین میں ماننے والے بھی شامل ہیں اور نہ ماننے والے بھی، اسی طرح عقل و شعور والے بھی شامل ہیں اور اس سے عاری اجسام بھی۔ الغرض وہ سب کا رب ہے، سب کو رزق دیتا ہے سب کو کھلاتا پلاتا ہے۔

اور اپنے محبوب کریم ﷺ کا تعارف "**رحمة للعالمين**" کہہ کر کروایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ مَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ [5]

اور ہم نے آپ ﷺ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں محبوب بھی وہ عطاء فرمایا کہ جو عالمین کے لئے رحمت ہیں۔ وہ چاہے مسلم ہوں یا غیر مسلم، جانور ہوں یا نباتات۔ الغرض کائنات میں بسنے والی ہر چیز کے لئے آپ ﷺ رحمت بن کر تشریف لائے۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں:

ہر کجا ہنگامہ عالم بود
رحمۃ للعالمینی ہم بود

---

[3] ظہیر احمد صدیقی، ڈاکٹر، تصوف: ہر انسان کی ضرورت، لاہور: تخلیقات، ص10

[4] الفاتحہ 1:1

[5] الانبیاء 107:21

جہاں کہیں بھی کسی عالم کا وجود ہو گا وہاں رحمۃ للعالمینی کا جلوہ بھی موجود ہو گا۔

خلق و تقدیر و ہدایت ابتدا است
رحمۃ للعالمینی انتہا است [6]

اللہ نے مخلوق بنائی، ان کے مقدر سنوارے، ان کے لئے ہدایت کے راستے فراہم کئے یہ اس کے کرم کی ابتدا تھی اور وَ مَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ فرما کر اس نے اپنی احمت کی انتہا کر دی۔

اسی طرح ہمیں جو کتاب دی گئی وہ بھی آفاقیت کی صفت سے متصف ہے۔یعنی اسے بھی ساری کائنات کی ہدایت کے لئے نازل کیا گیا ہے۔ارشاد فرمایا:

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ [7]

وہ تو نصیحت ہی ہے سارے جہانوں کے لیے

جب ہمارا رب رب العالمین ہے اور اپنے محبوب ﷺ کے بارے فرماتا ہے کہ وہ رحمۃ للعالمین ہے اور اپنی کتاب کا تعارف ذکر اللعالمین سے کرواتا ہے تو پھر سوچنے کی بات یہ ہے کہ ہم تفرقہ، تعصب، امتیاز، تشدد اور عدم برداشت کا شکار کیسے ہو گئے؟ ہم کیوں بھول گئے کہ بحیثیت مخلوق اور انسان ہم سب برابر ہیں؟ صوفی اسی بات کی طرف دعوت دیتا ہے کہ ہم سب ایک خالق کی مخلوق ہیں۔ رب العالمین، رحمۃ للعالمین اور ذکر للعالمین کے تناظر میں یہ نقطہ پیش نظر رہے کہ صوفی انسانی ذہن کو فکر کی ایک کال کوٹھڑی سے نکال کر دوسری کال کوٹھڑی میں بند نہیں کرتا بلکہ آفاق کی وسعتوں سے آشنا کرتا ہے۔

علامہ نے کیا خوب کہا تھا:

کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے
مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہیں آفاق [8]

---

[6] علامہ محمد اقبال، جاوید نامہ، لاہور: اقبال اکادمی، ص 341

[7] التکویر 27:81

[8] علامہ محمد اقبال، ضرب کلیم، لاہور: اقبال اکادمی، ص 531

صوفی من و تو کے جھگڑے سے اوپر اٹھتا ہے۔ کبھی آپ نے دیکھا ہے کہ مسافر کسی سے سفر کرتے ہوئے دشمنی پالے؟ نہیں پالتا۔اسے پتہ ہوتا ہے کہ مین سفر پر ہوں، میرا کسی سے الجھنا میرے سفر کو کھوٹا کر دے گا۔ صوفی اپنے آپ کو اس دنیا میں مسافر سمجھتا ہے اور نتیجہ کیا نکلتا ہے جب وہ مسافر سمجھتا ہے تو نہ وہ کسی سے الجھتا ہے اور نہ وہ کسی سے جھگڑتا ہے۔ جھگڑتے وہ ہیں جو ایک جگہ ٹھہر جاتے ہیں۔اسی طرح وہ فکر جو ایک جگہ ارتکاز کرلے انجماد کا شکار ہو جائے وہ فکر بھی فساد کا سبب بنتی ہے۔ پانی کھڑا رہے تو بدبودار ہو جاتا ہے۔اس انسانی فکر کا کیا حال ہو گا جو ایک نقطے پر ٹھہر جائے۔ صوفی اس سے ماورا ہوتا ہے نہ وہ کسی کی جہالت میں الجھتا ہے نہ وہ اپنی فکر میں کسی کو الجھاتا ہے اور یہ بات بھی بڑی دلچسپ اور اہم ہے کہ صوفی نہ کسی کے علم، ورع، تقوی اور زہد سے حسد کرتا ہے نہ اپنے علم، ورع اور تقوی پر غرور کرتا ہے بلکہ اس کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ صوفی ہر لمحہ اور ہر لحظہ کل یوم ھو فی شان [9] (وہ ہر آن نئی شان میں ہوتا ہے) سے فیضیاب ہوتا رہتا ہے۔ علامہ اقبال نے کہا تھا:

ہر لحہ نیا طور نئی برق تجلی
اللہ کرے مرحلہ شوق نہ طے [10]

صوفی چلتا رہتا ہے، چلتا رہتا ہے اور چلتے چلتے یہ پیغام دیتا ہے کہ

بس ایک منزل ہے بوالہوس کی
ہزار رستے ہیں اہل دل کے
یہی تو ہے فرق مجھ میں اس میں
گزر گیا میں، ٹھہر گیا وہ [11]

اللہ رب العزت نے اپنے انہی نیک بندوں کی صفات کو اس طرح سے بیان فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ هَوْنًا وَّ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا [12]

---

9 الرحمن 29:55

10 علامہ محمد اقبال، ضرب کلیم، ص 592

11 ناصر کاظمی، دیوان ناصر کاظمی، لاہور: پروگریسو پیپرز، ص 135

Al-Milal (July-December 2024)
Vol. 6, No. 2 ISSN: 2663-4392

اور رحمٰن کے وہ بندے جو زمین پر آہستہ چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں "بس سلام"۔

صوفی: تحرک، اتحاد اور حسن اخلاق کا داعی

صوفی وسعتوں کا راہی ہوتا ہے وہ رب العالمین اور رحمت للعالمینی کے جلوؤں کو اپنے دامن میں سموئے ہوئے ہوتا ہے۔ اس حوالے سے اگر دیکھا جائے تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جمود میں جدال ہے، جھگڑا ہے اور تحرک میں صفا ہے، صفائی ہے اور حرکت صفائی کا سبب ہوتی ہے۔ ٹھہر جانا یہ صفائی کا سبب نہیں ہوتا۔ اس میں جدال اور جھگڑا پیدا ہو جاتا ہے صوفی کی فکر میں جمود نہیں ہوتا بلکہ تحرک ہوتا ہے۔ وہ لوگوں کے بوسیدہ اور پراگندہ افکار کو پاکیزگی دیتا ہے۔ ہمارے ہاں یہ تصور ہے کہ اگر ایک درست ہے تو دوسرا غلط ہے، صوفی کسی کو غلط قرار نہیں دیتا۔ اس وقت ہمارے ہاں جتنے مسالک موجود ہیں ان سب کو یکجا کریں تو اسلام بنتا ہے۔ کیا توحید کے بغیر کوئی مسلمان ہو سکتا ہے؟ عشق رسول ﷺ کے بغیر کسی کا ایمان لذت آشنا ہو سکتا ہے؟ صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار کی محبت کے بغیر ایمان مکمل ہو سکتا ہے؟ یقیناً ایسا ممکن نہیں تو پھر ہم سب ایک دوسرے کے خلاف کیوں مورچہ زن ہیں؟

اسی لئے صوفیہ کرام سے تعلق اور وابستگی یہ ہر انسان کی ضرورت ہے۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے کہا تھا:

منفعت ایک ہے اس قوم کی نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبی، دین بھی ایمان بھی ایک
حرم پاک بھی، اللہ بھی، قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک
فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں

---

[12] الفرقان 63:25

کیازمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں[13]

مولانا روم فرماتے ہیں کہ ایک نوجوان ان کے پاس آیا جو جذباتی بہت زیادہ تھا۔ کسی نے اسے بتایا تھا کہ مولانا روم کہتے ہیں کہ میں سارے فرقوں سے متفق ہوں۔ وہ آپ کے پاس پہنچ گیا اور اس نے ملنے بعد پوچھا مولانا! میں نے سنا ہے آپ کہتے ہیں کہ میں سب سے متفق ہوں۔ انہوں نے فرمایا ہاں میں کہتا ہوں۔ اس نے گالیاں دینی شروع کردیں۔ جذبات میں تھا اور جوانی میں جذبات بھی بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ گالیاں دیتے دیتے، فواحش و مغلظات بکتے بکتے اس کے پاس جتنا بھی ذخیرہ الفاظ تھا وہ ختم ہو گیا۔ وہ جب خاموش ہو گیا تو مولانا مسکرائے اور فرمایا! نوجوان میں آپ سے بھی متفق ہوں۔ پھر اس کے بعد کیا تھا کہ بقول سید نصیر الدین نصیر

ان کی محفل میں نصیر ان کے تبسم کی قسم
دیکھتے رہ گئے ہم ہاتھ سے جانا دل کا[14]

انسان آنکھوں سے بنتے ہیں نہ کہ کانوں سے، جسے دیکھ کر سنورنا تھا ہم اسے محض زبان سے تبدیل کرنا چاہتے ہیں۔ سیرت طیبہ کا وہ نقطہ ذہن میں رہنا چاہیے کہ قریش مکہ کو راہ راست پر لاتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کو 21 سال لگے۔ یہ عرصۂ حیات اس مبارک ہستی کا ہے جس کا ایک ایک لمحہ صدیوں پر بھاری ہے۔ ہم کسی کو 21 سیکنڈز بھی دینے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ ہم کہاں کھڑے؟ ہم کس قسم کی فکر سے متاثر ہیں؟ ہم اختلاف رائے کو برداشت کرنے سے کیوں قاصر ہیں؟۔ ایک دوسرے کو سب وشتم کرنے کا رویہ پنپ رہا ہے اور باہمی احترام کے بنیادی تقاضے بھی پامال کردیے گئے ہیں۔ کوئی کسی کو قبول کرنے کو تیار نہیں۔ بطور مسلمان یہ ہمارے اخلاق و کردار پر ایک سوالیہ نشان ہے۔ صوفی اخلاق کہاں سے کشید کرتا ہے اس کے لئے رسول کریم ﷺ کی سیرت طیبہ کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ 13 سال مکی زندگی کے نہایت مشکل سال تھے۔ ان میں ظلم کا ہر نیا طریقہ ایجاد ہوا اور آزمایا گیا لیکن جب رسول اللہ ﷺ کے غلاموں پر ظلم ہوا تو کیا کسی کی زبان سے گالی نکلی؟ جو ظلم سہہ کر

---

13 علامہ محمد اقبال، شکوہ وجواب شکوہ، کراچی: لائن پبلشرز، ص 14

14 نصیر الدین نصیر، کلیات نصیر گیلانی، گولڑہ: مہریہ نصیریہ پبلشرز، ص 701

بھی احد احد کے نعرے لگاتے ہوں ان کے ماننے والے اگر گالیوں پر اتر آئیں تو اس کا مطلب
ہے ہمارا ٹریک ٹھیک نہیں اور ہم کسی اور طرف جا رہے ہیں۔

فقیہ شہر تیری کج روی معاذ اللہ
حدیث پاک سے دیتا ہے گالیوں کا جواب[15]

بقائے باہمی کے فروغ میں صوفیہ کا کردار

بر صغیر کا تکثیری معاشرہ جس میں ہر مذہب کے لوگ موجود تھے، جہاں ذات پات کا سخت نظام تھا اور عالم یہ تھا کہ شودر کے کانوں میں اگر وید کے شبد بھی پڑ جاتے تو سیسہ پگھلا کر اس کے کانوں میں ڈالا جاتا تھا۔ ایسے نظام میں صوفیہ نے عشق و گداز کے راگ چھیڑے، نفرتوں کو ختم کیا اور ان کو محبت کے ذریعے قریب کیا۔ جب صوفیہ نے محبت اور اخلاق کے ذریعے زمین ہموار کر دی تو مسلم ریاستوں کے قیام کا راستہ ہموار ہوا۔ پھر بر صغیر میں مسلم ریاستیں بنیں۔ صدیوں تک مسلمانوں کی حکومت رہی اور دلچسپ بات یہ ہے کہ مسلمان اقلیت ہوتے ہوئے بھی مرکزی حکومت قائم کر کے پورے بر صغیر پر حکومت کرتے رہے۔ صوفیہ کرام اور مسلم حکمرانوں کی مشترکہ جدوجہد نے بر صغیر کو سونے کی چڑیا بنا دیا جس کو حاصل کرنے کے لیے پہلے ولندیری پھر ایسٹ انڈیا کمپنی آئی۔

ایسٹ انڈیا کمپنی آئی تو وہ اپنے ساتھ عیسائی مشنریز ساتھ لائی۔ مناظرہ کرنے کے لیے ہندو پنڈتوں کو کھڑا کیا ۔ادھر سکھوں کو انگیخت دی اور بر صغیر میں میدان مناظرہ برپا ہو گیا۔ مسلمانوں کو میدان جہاد سے نکال کر میدان مناظرہ میں لا کھڑا کیا۔ ہمیں اس میں ایسا الجھایا گیا کہ پچھلی ایک صدی سے زائد عرصہ بیت گیا لیکن ابھی تک ہم لایعنی مباحث میں الجھے ہوئے ہیں جس کے نتیجے میں زندہ مسائل کی طرف کما حقہ توجہ نہیں دی جا رہی۔ جس کا انجام یہ ہوا کہ " **الید العلیا خیر من الید السفلی**"[16] کے پیغام کی حامل امت معاشی و سماجی، سیاسی و

[15] یہ شعر معروف سکالر اور دانشور رضاء الدین صدیقی کا ہے۔
[16] القشیری، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، کتاب الزکوۃ، باب الصدقہ، رقم الحدیث 2385

تعلیمی حوالے سے اغیار کی دست نگر بن کر رہ گئی۔حج اور عمرہ کرنے میں تو ہم شاید پہلے نمبر پر پہنچ گئے لیکن ہم بھول گئے کہ صادق وامین نبی ﷺ کی امت ایمانداری میں 165 نمبر پر ہے۔بقول اقبال رحمۃ اللہ علیہ

تھا جو ناخوب بتدریج وہی خوب ہوا
کہ غلامی میں بدل جاتا ہے قوموں کا ضمیر [17]

یہ امت اگر اسلاف سے اپنا تعلق استوار رکھتی تو آج بھی اس کا سکہ پوری دنیا میں قائم ہوتا۔ برصغیر پاک وہند ودیگر ایشیائی ممالک میں اسلام کی تبلیغ اور اشاعت وترویج کے لئے خواجگان چشتیہ کے بزرگوں نے نمایاں کردار ادا کیا جس کو فراموش نہیں کیا جاسکتا اسی طرح دیگر سلاسل کے صوفیہ کرام نے بھی اپنے حسن کردار سے لوگوں کی معاشرتی زندگیوں میں انقلاب برپا کیا جس سے متاثر ہو کر غیر مسلم اسلام کی طرف راغب ہوئے۔ حضرت داتا علی ہجویری رحمہ اللہ نے اپنے دور کے ظالم لوگوں اور جادو گروں کا مقابلہ کیا۔خواجہ معین الدین چشتی اجمیری نے لاکھوں لوگوں کو کفر وشرک کے اندھیروں سے نکال کر حلقہ بگوش اسلام کیا۔ بابافریدالدین مسعود، شیخ الاسلام بہاءالدین زکریا ملتانی، خواجہ نظام الدین اولیاء، مجددالف ثانی رحمہ اللہ علیہم نے قابل رشک خدمات سرانجام دیں۔ذیل میں اس کے چند پہلو نمایاں کیئے جارہے ہیں:

1۔احترام آدمیت

صوفیہ کرام کے پیش نظر انسان کی عزت وتکریم سب سے مقدم رہی،اس لئے کہ یہ وہ سبق ہے جو نبوی ﷺ تعلیمات سے ملتا ہے۔اہل اللہ کی نظر میں چاہے کوئی مسلمان ہو یا کافر ومشرک، نیکوکار ہو یا گنہگار وہ اسے اللہ کی مخلوق اور اس کا کنبہ سمجھتے ہیں۔اسی بناپر اسے عزت وتکریم دیتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے خود اس کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَ لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ[18]

---

[17] علامہ محمد اقبال،ضرب کلیم،ص8
[18] بنی اسرائیل 70:17

اور بیشک ہم نے اولادِ آدم کو عزت دی۔

اسی طرح انسانی جان کی حرمت کو واضح کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَاَ نَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا[19]

جس نے کسی جان کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے بدلے کے بغیر کسی شخص کو قتل کیا تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے کسی ایک جان کو (قتل سے بچا کر) زندہ رکھا اس نے گویا تمام انسانوں کو زندہ رکھا۔

صاحب ایمان کی عزت و تکریم، اس کے ایمان کی وجہ سے دو چند ہو جاتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم يَطُوفُ بِالْكَعْبَةِ، وَيَقُولُ مَا أَطْيَبَکِ وَأَطْيَبَ رِيحَکِ، مَا أَعْظَمَکِ وَأَعْظَمَ حُرْمَتَکِ، وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، لَحُرْمَةُ الْمُؤْمِنِ أَعْظَمُ حرمة عندالله منک ماله و دمه و ان يظن به الا خيرا[20]

"حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کو خانہ کعبہ کا طواف کرتے دیکھا اور یہ فرماتے سنا! اے کعبہ! تو کتنا عمدہ ہے اور تیری خوشبو کتنی پیاری ہے، تو کتنا عظیم المرتبت ہے اور تیری حرمت کتنی زیادہ ہے، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے، مومن کے جان ومال کی حرمت اللہ کے نزدیک (تیری حرمت) سے زیادہ ہے اور یہ کہ ہم اس کے بارے میں حسن ظن رکھیں۔"

مسند امام احمد کی روایت میں انسانیت کی تکریم اور توقیر کو خوب واضح کیا گیا ہے:

عن ابن ابی لیلیٰ ان سہل بن حنیف و قیس بن سعد کانا قاعدین بالقادسیۃ فمروا بجنازۃ فقاما فقیل انما هو من اہل الارض فقالا ان رسول الله ﷺ مروا علیہ بجنازۃ فقام فقیل لہ انہ یہودی فقال الیست

---

[19] المائدہ5:32

[20] القزوینی، محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب حرمة دم المؤمن وماله، رقم الحدیث3932

Al-Milal (July-December 2024)
Vol. 6, No. 2 ISSN: 2663-4392

نفسا[21]

حضرت ابن ابی لیلیٰ سے روایت ہے کہ حضرت سہل بن حنیف اور سعد بن قیس رضی اللہ عنہما ایک مرتبہ قادسیہ میں بیٹھے ہوئے تھے اسی دوران کچھ لوگ جنازہ لیکر گزرے یہ دونوں کھڑے ہوگئے۔ کسی نے کہا کہ یہ اسی علاقے کے رہنے والوں میں سے تھا۔۔انہوں نے فرمایا کہ ایک مرتبہ کچھ لوگ نبی کریم ﷺ کے پاس سے ایک جنازہ لے کر گزرے تو نبی کریم ﷺ کھڑے ہوگئے کسی نے کہا کہ یہ تو یہودی تھا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کیا وہ انسان نہیں تھا؟

2۔ سخن دلنواز

ہر دور میں صوفیہ کرام اور صالحین نے اپنے حسن کردار سے معاشرے کی نفرتوں کو محبت میں بدل دیا۔ کدورتوں، حسد اور منافرت کو جڑوں سے اکھاڑ پھینکا۔ انہی کی کاوشوں سے دوریاں قربتوں میں بدلنے لگیں، لڑائی اور جھگڑے "رحماء بینھم" میں تبدیل ہوگئے۔ سلامتی اور بھائی چارے کو فروغ بخشا اور شدت پسندانہ اور تکفیری رویوں کو سخت ناپسند کیا۔ جنید بغدادی، شیخ ابو بکر شبلی، تاج الدین سبکی، فضیل بلخی ہوں یا شیخ اکبر محی الدین ابن العربی ہوں ہر ایک کی ذات پر حملے کیے گئے اور کفر کے فتوے لگے۔ اسی طرح شیخ ابوالحسن شاذلی پر بھی طعن و تشنیع کے تیر برسائے گئے۔ لیکن ان عظیم شخصیات نے صبر و تحمل اور حسن اخلاق کا راستہ ترک نہیں کیا۔ طعن و تشنیع کرنے والوں کے بارے میں سوچنا یا ان کی باتوں کی طرف دھیان دینا تو دور کی بات ہے یہ چیزیں ان کی طبیعت پر معمولی سی بھی اثر انداز نہیں ہوتی تھیں۔ یہی وہ کاملین تھے جن کی خانقاہوں سے انسانیت کو فیض ملا، لوگوں کو فسق و فجور کی ظلمتوں سے نجات ملی اور انسانیت کو نبی رحمت ﷺ کے اسوہ مبارکہ سے کسب فیض کرنے کی طرف متوجہ کیا گیا۔

حضرت عبداللہ السلمی سے پوچھا گیا کہ بتائیے کہ ہم اولیاء اللہ کو کیسے پہچانیں؟

آپ نے فرمایا:

[21] احمد بن حنبل، مسند احمد، حَدِيثُ قَيْسِ بْنِ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ ، رقم الحدیث 23842

Al-Milal (July-December 2024)
Vol. 6, No. 2 ISSN: 2663-4392

بلطافة اللسان وحسن الخلق وبشاشة الوجه وسخاوةالنفس و قلة الاعتراض وقبول الاعتذار[22]

وہ زبان کے بڑے لطیف ہوتے ہیں۔اخلاق کے بڑے حسین ہوتے ہیں۔ان کے چہرے بڑے ہشاش بشاش نظر آتے ہیں۔انہیں دیکھیں تو لگتا ہے کہ ایسا حسین و جمیل چہرہ کسی کا نہیں،وہ اپنے نفس کے بڑے سخی اور لجپال ہوتے ہیں۔بہت کم کسی پر اعتراض کرتے ہیں۔کوئی ان کی بارگاہ میں عذر پیش کردے تو بغیر تامل کے اسے قبول کرتے ہیں۔

سید علی ہجویری رحمۃاللہ علیہ صوفیہ کے حسن اخلاق کی تین صورتیں بیان کرتے ہیں:

حسن خلق اللہ کے ساتھ:یعنی ریاکاری کے بغیر اللہ کے احکام کی پیروی کی جائے۔

حسن خلق مخلوق کے ساتھ:یعنی بزرگوں کا احترام،چھوٹوں پر شفقت اور ہم جنسوں سے لالچ کے بغیر انصاف کرکے خود ان سے انصاف کا مطالبہ نہ کرے۔

حسن خلق اپنی ذات کے ساتھ:یعنی خواہشات نفسانی اور شیطان کی متابعت نہ کی جائے۔[23]

حضور نبی کریم ﷺ نے بندہ مومن کی یہ صفت بیان فرمائی ہے۔جس کا مفہوم یہ ہے کہ مؤمن کو الفت و محبت کا مرکز ہونا چاہئے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْمُؤْمِنُ مَأْلَفٌ ، وَلَا خَيْرَ فِيمَنْ لَا يَأْلَفُ ، وَلَا يُؤْلَفُ[24]

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:مؤمن تو الفت و محبت کا مرکز ہے،اور اس آدمی میں کوئی بھلائی نہیں جو دوسروں سے الفت نہیں کرتا،اور دوسرے اس سے الفت نہیں کرتے۔

3۔ادب الاختلاف

---

22 اسماعیل حقی،تفسیر روح البیان،بیروت:احیاءالتراث العربی،ج12،ص327

23 سید علی ہجویری،کشف المحجوب لاہور:ناشران قرآن،ص89تا90

24 احمد بن حنبل،مسند احمد،باب المئومن یا لف ولا یولف،رقم الحدیث9198

دین اسلام میں ایک دوسرے کی رائے کا احترام کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ کسی پر زبردستی اپنی رائے کو مسلط کرنے کو سخت ناپسند کیا گیا ہے۔ اسی لئے صوفیہ کرام نے ہمیشہ صبر و تحمل، رواداری اور باہمی احترام کے رویوں کو فروغ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو تنوع کی بنیاد پر تخلیق فرمایا ہے۔ ہر ایک چیز کا الگ رنگ ہے۔ درختوں کی بناوٹ، پتوں کی شکل اور ان پر لگنے والے پھل رنگت میں اور ذائقے میں ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جس طرح انسان کے رنگ، قدو قامت، جسمانی ساخت اور آواز میں فرق رکھا ہے، اسی طرح اسکے اندازِ فکر میں بھی فرق واقع ہوا ہے۔ دوسرا یہ ضروری نہیں کہ اگر اختلاف رائے ہو تو ایک ٹھیک ہوگا اور دوسرا غلط ہوگا۔ یہ تو اللہ بھلا کرے حکومت کا کہ اس نے سپیکروں پر پابندی لگا دی ورنہ تو سپیکروں کے رخ ایک دوسرے کی مساجد کی طرف ایسے ہوتے تھے جیسے توپوں کے رُخ دشمن کی جانب نصب ہوتے ہیں۔ پہلے بھی تو پوری دنیا میں مسلمان بستے تھے۔ نہ کفر کے فتوے بٹتے تھے نہ کوئی کسی کو مشرک کہتا تھا۔ روایات میں آیا ہے کہ کسی میں ننانوے علامتیں کفر کی ہوں ایک اسلام کی ہو تو کافر کہنے میں احتیاط برتنی چاہیے۔ وہ امت جس کی کتاب حق میں ہے کہ ایک انسان کا قاتل پوری انسانیت کا قاتل ہے، اس اُمت کے ہزاروں بے گناہوں کو دہشت گردی کی بھینٹ چڑھا دیا۔ نہ مسجد بچ سکی نہ مدرسہ، نہ امام بارگاہ محفوظ رہی، نہ سکول اور نہ بازار۔ ناصر کاظمی کے بقول:

حاکم شہر کی اس بند گلی کے پیچھے میں نے
ایک شخص کو خون اُگلتے ہوئے دیکھا
تم تو کہتے تھے کہ ہوتے ہیں درندے ظالم
میں نے انسان کو انسان نگلتے دیکھا[25]

---

[25] ناصر کاظمی، دیوان ناصر کاظمی، ص132

عدم برداشت اس سطح تک پہنچ چکی ہے کہ ہم برصغیر کے لوگ سیاسی اور مذہبی ہر دو لحاظ سے جسے مانتے ہیں اسے خدا اور اوتار سے نیچے نہیں مانتے اور جسے نہیں مانتے اسے انسان بھی تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ امت کس طرف چل پڑی ہے؟ مسلمان تو متوازن ہوتا ہے۔

چمن میں تلخ نوائی میری گوارا کر
کہ زہر بھی کرتا ہے کبھی کار تریاقی[26]

اس امت کے لئے علمی اختلاف کو رحمت قرار دیا گیا ہے۔ امام احمد بن حنبل، امام شافعی کے شاگرد تھے۔ دونوں ائمہ کرام اپنی اپنی فقہ کے امام تھے مگر ادب اور وسعت کا عالم یہ تھا کہ یحیٰ بن معین نے امام احمد بن حنبل کے بیٹے سے ایک دفعہ کہا: اے بیٹے! اپنے بابا جان سے کہنا کہ میں نے آپ کو دیکھا ہے کہ نوجوان شافعی کے گھوڑوں کی رکاب تھامے ہوئے تھے۔ آپ کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ بیٹے نے اپنے والد سے یہ بات عرض کر دی۔ امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ اے بیٹے اگر پھر تمہیں یحیٰ بن معین ملیں تو انہیں کہو!

"ان اردت ان تتفقه فتعال فخذ برکابه الآخر" [27]

اگر تم وقت کے فقیہ بننا چاہتے ہو تو آیئے امام شافعی کے گھوڑے کی دوسری رکاب ابھی خالی ہے، آکر پکڑ لو۔

نبی کریم ﷺ نے اجتہادی اختلاف کو مبنی بر صواب و کار ثواب قرار دیا ہے۔ ارشاد نبوی ہے:

عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَصَابَ فَلَهُ أَجْرَانِ وَإِذَا حَكَمَ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَخْطَأَ فَلَهُ اَجر[28]

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے رسول اللہ ﷺ نے سنا' آپ نے فرمایا کہ جب حاکم کوئی فیصلہ اپنے اجتہاد سے کرے اور فیصلہ صحیح ہو تو اسے دہرا ثواب ملتا ہے اور جب کسی فیصلہ میں اجتہاد کرے اور غلطی کر جائے تو اسے ایک گنا ثواب ملتا ہے۔

---

[26] علامہ محمد اقبال، بال جبریل، لاہور: اقبال اکادمی، ص 65

[27] صلاح الصاوی، مدخل الی ترشید العمل الاسلامی، الآفاق الدولیۃ للاعلام، ص 32

[28] البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، كِتَابُ الِاعْتِصَامِ بِالكِتَابِ وَالسُّنَّةِ ، بَابُ أَجْرِ الحَاكِمِ إِذَا اجْتَهَدَ فَأَصَابَ أَوْ اَخطَاَ ، رقم حدیث 7352

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:

كُل هُدًی وَكل يُرِيدُالله[29]

جس کا مطلب یہ ہے کہ علماء کا اختلاف رائے اس امت کے حق میں اللہ کی طرف سے رحمت ہے۔ جس کے نزدیک جو نقطۂ نظر زیادہ درست ہے، وہ اس کی پیروی کرتا ہے۔ اس لیے یہ سب کے سب ہدایت پر ہیں اور ہر ایک کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا ہے۔

یہ لمحہ فکریہ ہے کہ ہم نے دین کو افتراق اور اختلاف کا ذریعہ بنادیا ہے، حالانکہ ہمارے دنیوی معاملات سب کے ساتھ بحسن وخوبی چل رہے ہوتے ہیں۔ ہم کاروبار بلا تفریق مذہب و مسلک کرتے ہیں جبکہ مساجد میں فرقہ فرقہ ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ اس طرح کرنے سے ہمارا کاروبار خراب ہو جائے گا۔ الغرض ہم نے اپنے کاروبار تو بچا لئے لیکن اللہ کے گھروں کو فرقہ واریت کا مرکز بنادیا۔ صوفی ان مسائل سے نکال کر سب کو ایک دستر خواں پر جمع بھی کرتا ہے اور ایک دوسرے کے بارے میں حسن ظن رکھنے کی تلقین کرتا ہے۔ صوفی مسلکوں اور عصبیتوں سے اوپر اٹھاتا ہے۔ عصبیت صوبائی ہو یا لسانی، وہ رنگ و نسل کی عصبیت ہو یا مذہب و مسلک کی، وہ ایسی ہر رکاوٹ سے اوپر اٹھاتا ہے۔ اپنے پاس بٹھاتا ہے، ایک برتن میں کھانا کھلاتا ہے اور اختلاف رائے کو برداشت کرنے کا عملی درس دیتا ہے۔ اور نتیجۃً آنے والے کے دل کی دنیا بدل جاتی ہے۔ اگر اختلاف رائے میں نیت ٹھیک ہو تو دونوں درست بھی ہو سکتے ہیں۔ امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل چاروں اہل سنت کے ائمہ ہیں اور اختلاف رائے ہونے کے باوجود چاروں ہدایت پر ہیں کیونکہ انہوں نے اجتہاد کیا۔ ان کی نیت درست تھی۔ نیت میں فساد آجائے تو پھر انا آجاتی ہے۔ یاد رکھیں گھر جو کہ سوسائٹی کا ایک چھوٹا سا یونٹ ہے۔ اگر اس میں بھی انا آجائے، میاں اور بیوی کی اناؤں کا تصادم ہو جائے تو گھر باقی نہیں رہتا۔ یاد رہے کہ جس ملک میں اناؤں کا تصادم اس سطح پر ہو کہ پورے ملک کو اس کی بھینٹ چڑھادیا جائے تو وہاں معاشی وسیاسی اور سماجی و اخلاقی استحکام بھلا کیسے ممکن ہوگا؟

بقول شاعر:

---

[29] عجلونی، اسماعیل بن محمد، کشف الخفاء بیروت: المکتبہ العصریہ، ج 1، ص 56

وقارِ یزداں نہ حسنِ انساں، ضمیر عالم بدل گیا ہے
کہیں مشیت پہ نیند طاری، کہیں معیشت تڑپ رہی ہے
مجھے یقین ہے کہ اس جہاں میں ضرور فرعون جی اٹھا ہے
قدم قدم پر خدائے برتر، تری فضیلت تڑپ رہی ہے
کبھی شبستاں کے رہنے والو! غریب کی جھونپڑی بھی دیکھو
خزاں کے پتوں کی جھانجھنوں میں کسی کی عصمت تڑپ رہی ہے [30]

اختلاف رائے حسن تھا ہم نے اسے قبح بنادیا۔ایک عدالت میں پیش ہونے والے دو وکیلوں کی رائے کے اختلاف کے باوجود وہ باہمی احترام کو قائم رکھتے ہیں۔ مذہبی طبقے کو تو اس سے بہتر اخلاق کا مظاہرہ کرنا چاہئے۔ یاد رہے کہ حسنِ عمل زبانی نہیں عملی ہوتا ہے جسے اس وقت پیش کرنا لمحہ موجود کا تقاضا ہے۔

علامہ اقبال رحمۃاللہ علیہ فرماتے ہیں:

آگ ہے اولاد ابراہیم ہے نمرود ہے
کیا کسی کو پھر کسی کا امتحان مقصود ہے
یہ گھڑی محشر کی ہے تو عرصہ محشر میں ہے
پیش کر غافل عمل کوئی اگر دفتر میں ہے [31]

4۔رواداری

دورحاضر کی اخلاقی برائیوں میں حسد، بغض، لسانی، نسلی اور مذہبی تعصب شامل ہیں۔اسی کے زیر اثر عدم برداشت، قتل وغارت گری اور دہشت گردی جیسے عفریت جنم لیکر سماج کی بقاء کو خطرے سے دوچار کردیتے ہیں۔

---

30 یہ اشعار ساغر صدیقی کی طرف منسوب ہیں۔

31 علامہ محمد اقبال، کلیات اقبال، دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ص 255

صوفیہ کرام نے ہر قسم کے تعصبات کو ختم کر کے انسان دوستی کا سبق دیا، وہ عقیدے، زبان یا زمین کی بنیاد پر کسی سے تعصب نہیں رکھتے نہ ہی تعصب اور تنگ نظری کو قبول کرتے ہیں۔ ان کا رویہ اسلام کی روح کے عین مطابق ہوتا ہے کہ جس طرح دین اسلام مذہبی معاملات میں رواداری، وسعت نظری اور کشادہ دلی کا داعی ہے اور انسان دوستی کی دعوت دیتا ہے کہ سب انسان حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ تمام انسان اسی خالق کے بندے ہیں جو رحمن و رحیم ہے۔ خدا کی صفت رحمانیت میں مسلمان، کافر، مشرک اور ملحد سب شریک ہیں یوں اللہ تعالیٰ کی یہ مبارک صفت مسلمانوں کو بھی وحدت کا درس دیتی ہے۔

اسلام جہاں ایک مسلمان کو دیگر مسلمانوں کے ساتھ رواداری کا معاملہ کرنے کی تلقین کرتا ہے وہاں مسلمانوں کو یہ ہدایت بھی دیتا ہے کہ وہ غیر مسلموں کے ساتھ بھی حسن سلوک کریں۔ انہیں کسی قسم کی تکلیف نہ دیں، ان کے جان و مال اور عزت و آبرو کی ہر طرح حفاظت کریں، انہیں ہر طرح کی مذہبی، سیاسی اور سماجی آزادی دیں۔

ارشاد خداوندی ہے :

وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَۃُ وَلَاالسَیِّئَۃُاِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ فَاِذَ الَّذِیْ بَیْنَکَ وَبَیْنَہٗ عَدٰوَۃٌ کَاَنَّہٗ وَ لِیٌّ حَمِیْمٌ[32]

نیکی اور برائی برابر نہیں ہوتی، برائی کو ایسے طریقے سے ٹال، جو اچھا ہو، تب وہ شخص کہ تیرے اور اس کے درمیان دشمنی ہو، ایسے ہو جائے گا گویا کہ وہ تیرا گہرا دوست ہے۔

اسی طرح غیر مسلموں کے ساتھ انصاف کی تاکید کی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

وَاِنْ حَکَمْتَ فَاحْکُمْ بَیْنَھُمْ بِالْقِسْطِ[33]

اگر تم فیصلہ کرو تو ان کے ساتھ انصاف کا برتاؤ کرو۔

صوفیہ کرام دین اسلام کی اسی روح کو لے کر چلنے والی پاکیزہ جماعت کا نام ہے، جنہوں نے علمی اور عملی تعلیمات کے ذریعے جہاں ایک طرف یہ پیغام دیا کہ کسی کو تکلیف نہ پہنچاؤ اور اپنے دشمن کے ساتھ بھی اچھا برتاؤ کرو وہاں یہ بھی بتایا کہ اگر کسی نے تکلیف پہنچائی ہے تو اسے برداشت کر لو، برائی کا جواب برائی سے نہ دو۔ ظاہر ہے کہ

[32] فصلت 34:41

[33] المائدۃ 42:5

انسانی سماج میں رہنے والوں کا اگر ایسا مشفقانہ رویہ ہو جائے تو ہمارے معاشرے سے عدم برداشت اور عدم رواداری کا خاتمہ ہو جائے۔

خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

شکایت کے وقت بات اس طرح کرنی چاہیے کہ گردن کی رگ نہ ابھرے یعنی غصے اور تعصب کا اثر پیدا نہ ہو۔ پھر تحمل اور بردباری کے بارے میں فرمایا کہ جو بھی جفا کو سہہ لیتا ہے، غصے کو پی لیتا ہے اور بدلے کے چکر میں نہیں پڑتا وہ سب سے اچھا ہے۔ یہ دو جملے آپ کی زبان مبارک پر آئے کہ جو ہمارا دوست نہ بنے اللہ تعالیٰ اس کا دوست رہے اور جو ہمیں تکلیف پہنچائے اس کو خوب راحت ملے۔

آپ فرماتے ہیں:

ہر کہ مارا رنجہ دارد راحتش بسیار باد
وآنکہ مارا خوار دارد ایزد اورا یار باد
ہر کہ او خارے نہد در راہ من از دشمنی
ہر گلے کز باغ عمرش بشگفد بے خار باد[34]

یعنی جو شخص ہم سے رنج رکھے اسے بے انتہا راحت پہنچے اور جو ہمیں ذلیل و خوار رکھے خدا اس کا مددگار ہو جو ہماری راہ میں دشمنی کی وجہ سے کانٹا رکھے خدا اس کے باغ عمر کا ہر پھول ہمیشہ تازہ و شگفتہ رکھے۔ ایک دفعہ نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر کوئی کانٹا رکھے اور تم بھی جواب میں کانٹا رکھو گے تو کانٹے ہی کانٹے ہو جائیں گے۔ ان کلمات کے درمیان میں فرمایا کہ عوام میں یہ دستور ہے کہ اچھوں کے ساتھ اچھائی اور بروں کے ساتھ برائی کرتے ہیں لیکن درویشوں میں یہ طریقہ ہے کہ اچھوں کے ساتھ اچھے اور بروں کے ساتھ بھی اچھے ہوتے ہیں۔[35]

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم ﷺ کو بھی اسی بات کا حکم ارشاد فرمایا:

---

[34] میر خورد، سید محمد بن مبارک کرمانی، سیر الاولیاء مترجم غلام احمد بریاں، لاہور: مشتاق بک کارنر، ص730

[35] شیخ نظام الدین اولیاء، فوائد الفواد، مترجم خواجہ حسن ثانی نظامی، لاہور: الفیصل ناشران، ص286

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَ لَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ[36]

تو(اے حبیب ﷺ!) صبر کیجیئے جیسے ہمت والے رسولوں نے صبر کیااوران کافروں کے لیے جلدی نہ کرو۔

5۔عفوودر گزر

فکرواعتقاد،رنگ ونسل اورزبان ووطن کی بنیادپرکسی عصبیت کاشکارہوئے بغیر تحمل وبردباری سے دوسرے کو برداشت کرنارواداری کہلاتاہے۔خواجہ ذکراللہ بالخیر رحمۃاللہ علیہ کے بارے میں ہے:

ایک معتقدنے عرض کی کہ بعض لوگ برسر منبراوردوسرے مقامات پرسب جگہ آپ کی بدگوئی کے طورپرکچھ نہ کچھ کہتے رہتے ہیں اور ہم سے نہیں سناجاتا۔خواجہ ذکراللہ بالخیرنے فرمایاکہ میں نے سب کو معاف کردیاہے۔ پھرکیاموقع ہے کہ لوگ عداوت اورکسی کی دشمنی میں مشغول ہوتے ہیں؟جو بھی مجھے براکہتاہے میں نے اسے معاف کردیا،تمہیں بھی چاہیے کہ معاف کردواوراس شخص سے دشمنی نہ رکھو۔اس کے بعدفرمایاکہ ایک نوجوان برابرمجھے براکہتااورمیرابراچاہتاہے،براچاہنابراکہنے سے بھی براہےالغرض جب وہ مرگیاتو میں تیسرے روزاس کی قبرپرگیااورمیں نے دعامانگی۔الٰہی اس نے جوکچھ بھی مجھے براکہااورمیرابراچاہامیں نے اس کو معاف کردیاہے،تو میری وجہ سے اسے عذاب نہ دینا۔اسی سلسلے میں فرمایاکہ اگردوآدمیوں کے درمیان رنجش ہوتواس کاعلاج یہ ہے کہ ایک شخص اپنی طرف سے صفائی کرلے۔جب یہ شخص اپنے اندرسے عداوت کونکال دے گاتوضروردوسری جانب سے بھی آزارکم ہوجائے گا۔اس کے بعدفرمایاکہ لوگ اس برابھلاکہنے سے آخرکیوں رنجیدہ ہوتے ہیں؟ کہاگیاہے کہ صوفی کامال سبیل ہے
اوراس کاخون مباح۔جب معاملہ یہ ہوتوبراکہنے کی وجہ سے کسی سے دشمنی کیوں کی جائے؟[37]

خواجہ نظام الدین اولیاءرحمۃاللہ علیہ نے فرمایا:

---

[36] الاحقاف35:46

[37] میر خورد،سید محمد بن مبارک کرمانی،سیر الاولیاءمترجم غلام احمد بریاں،ص300

امام عاصم جو کہ قرات کے بڑے مشہور امام گزرے ہیں، وہ ایک دفعہ صحرا کی طرف چلے جاتے تھے کہ ایک بے وقوف نے راستے میں آپ کے ساتھ سفاہت اور بے شرمی کی باتیں کرنی شروع کیں۔امام عاصم نے کچھ نہیں کہا یہاں تک کہ جب شہر کے نزدیک پہنچے اور وہ شخص اسی طرح امام صاحب کو برا کہتا رہا۔امام کے دوست اور معتقدین ان سے ملاقاتیں کرنے کو نزدیک ہوئے تو امام عاصم نے اس بے وقوف کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ بھائی اب تجھے میری برائی سے زبان بند کرنی چاہیے کیونکہ یہاں میرے دوست بہت ہیں۔اگر توان کے سامنے مجھے برا کہے گا تو وہ تجھے رنج پہنچائیں گے اور تعجب نہیں کہ تیرے ساتھ بدسلوکی سے پیش آئیں۔

ایک دانشمند کا قول ہے کہ جب تجھے غصہ آئے تو اول تو آسمان کی طرف دیکھ پھر زمین کی طرف نظر کر۔آسمان و زمین کے خالق کو دیکھ کر تجھ سے فورا غصہ جاتا رہے گا۔[38]

حضرت سلطان المشائخ کے جماعت خانہ میں لوگوں نے ایک شخص کو برا کام کرتے دیکھ کر پکڑ لیا اور سخت مواخذہ کیا۔سلطان المشائخ کو جب یہ خبر ہوئی تو آپ نے لوگوں کو اسے ایذا دینے سے روک دیا اور اپنے پاس بلا کر فرمایا کہ تو اس بات کا عہد و پیمان کر لے کہ اس کے بعد آزار نہیں پہنچاؤں گا۔اس نے اقرار کیا تو آپ نے خدام کو حکم دیا کہ اسے کچھ خرچ دے کر روانہ کر دیں۔اس کے بعد حضرت سلطان المشائخ نے خصومت کے بارے میں فرمایا کہ ظلم و جفا کے تحمل اور ستم کو برداشت کرنا اس کی مکافات و پاداش دینے سے بہت بہتر ہے۔[39]

حضور نبی رحمت ﷺ کس قدر شفقت اور نرمی کا معاملہ فرمایا کرتے تھے،اس کی مثال یہ حدیث مبارکہ ہے:

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْہُ قَالَ :اَنَّ أَعْرَابِیّاً بَالَ فِی الْمَسْجِدَ فثَارَ اِلَیْہِ النَّاسُ لِیَقَعُوْا بِہٖ ، فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ دَعُوْهُ وَاَهْرِیْقُوْ ا عَلٰی بَوْلِہٖ سَجْلاً مِنْ مَاءٍ أَوْ ذَنُوْباً مِنْ مَاءٍ فَاِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُیَسِّرِیْنَ وَلَمْ تُبْعَثُوْا مُعَسِّرِیْنَ [40]

---

38 میر خورد، سید محمد بن مبارک کرمانی، سیر الاولیاء مترجم غلام احمد بریاں، ص،728،729

39 ایضا، ص730

40 نسائی، احمد بن شعیب، سنن نسائی، باب ترک التوقیت فی الماء، رقم الحدیث53

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی نے مسجد میں پیشاب کر دیا، پس لوگ اس کی طرف اٹھے، تاکہ اسے زود کوب کریں، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کو چھوڑ دو اور اس کے پیشاب پر پانی کا ایک ڈول بہادو، اس لئے کہ تم آسانی کرنے والے بنا کر بھیجے گئے ہو، سختی کرنے والے بنا کر نہیں بھیجے گئے

۔

حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں آپ کے ایک مرید حاضر ہوئے تو نیک اور بد لوگوں کا ذکر ہوا کہ وہ کیسے ہوتے ہیں؟

ارشاد فرمایا کہ جس عہد میں ہم ہیں اگر کسی کے بارے میں یہ کہا جائے کہ بد نہیں ہے تو اسی قدر اس کو نیک کہا جا سکتا ہے پھر فرمایا کہ اگر کوئی لوگوں کی عیب جوئی نہیں کرتا اور کسی کو برا نہیں کہتا تو چاہے وہ خود برا ہو تو اس کو نیک ہی سمجھا جائے گا۔ اسے بد نہیں کہیں

گے۔ اس کے بعد یہ دو مصرعے زبان مبارک پر لائے:

اگر تم میں کوئی عیب ہو اور دوسروں کے عیب نہ چنتے پھر و تو تم نیک ہو اور اگر تم برے ہو مگر کسی کو برا نہیں کہتے تو نیک ہو پھر فرمایا کہ اگر کوئی بد ہو اور خلق خدا کو بد کہتا ہو تو اسکی بدی کی کیا حد ہو گی؟[41]

6۔ نفع بخشی کا فروغ

صوفیہ کرام لطیف اور حساس طبیعت کے مالک ہوتے ہیں اس لئے جب بھی خلق خدا کو تکلیف میں دیکھتے ہیں تو اسے اپنا درد سمجھتے ہوئے بے چین ہو جاتے ہیں۔ وہ کسی کو تکلیف یا مصیبت میں نہیں دیکھ سکتے۔ ہمیشہ خلق خدا کی فلاح و بہبود کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔ صوفیہ کرام ہر اس کام میں جلدی کرتے ہیں جس میں انسانیت کی خیر اور بھلائی ہو۔ اسی طرح ہر اس کام سے دور رہتے ہیں جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو ضرر یا نقصان پہنچے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً ۚ-وَ اَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِى الْاَرْضِ[42]

---

41 شیخ نظام الدین اولیاء، فوائد الفواد مترجم خواجہ حسن ثانی نظامی، ص 372

Al-Milal (July-December 2024)
Vol. 6, No. 2 ISSN: 2663-4392

جھاگ تو ضائع ہو جاتا ہے اور جو (پانی) لوگوں کو فائدہ دیتا ہے وہ زمین میں باقی رہتا ہے۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

خَيْرُ النَّاسِ مَنْ يَّنْفَعُ النَّاس[43]

یعنی لوگوں میں بہتر وہ ہے جو لوگوں کو نفع پہنچائے۔

حضرت بابا فرید الدین مسعود کے بارے میں ہے:

ایک دن آپ نے محفل میں فرمایا کہ جتنا غم واندوہ مجھے ہے اتنا اس دنیا میں اور کسی کو نہ ہو گا کیونکہ اتنے لوگ آتے ہیں اور صبح سے شام تک اپنے دکھ درد سناتے ہیں وہ سب میرے دل میں بیٹھ جاتے ہیں۔ پھر فرمایا عجب دل ہو گا جو اپنے مسلمان بھائی کا دکھ سنے اور اس پر اثر نہ ہو۔ ایک مرتبہ آپ کے علاقہ میں آگ لگی، گرمی کا موسم تھا۔ آپ چلچلاتی دھوپ میں اپنے مکان کی چھت پر کھڑے یہ منظر اس وقت تک دیکھتے رہے کہ جب تک آگ ٹھنڈی نہ ہو گئی۔ پھر اپنے خدام سے فرمایا کہ جاؤ ہر متاثرہ گھر والے کو دو تنکے[44]، دو دو روٹیاں اور ٹھنڈے پانی کی ایک ایک صراحی پہنچا کر آؤ، کیونکہ آبادی کے لوگ اس حالت میں بہت پریشان ہوں گے۔ جب خدام امداد لیکر وہاں پہنچے تو لوگ خوشی سے آبدیدہ ہو گئے۔ ایک تنکہ کی قیمت اس وقت اتنی تھی کہ کئی چھپر ڈلوائے جا سکتے تھے۔[45]

خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ہے:

ایک دن شیخ عبد الرحیم نے عرض کی! حضور آپ سحری میں کچھ نہیں کھاتے، افطاری کے وقت بھی کچھ تناول نہیں فرماتے۔ ضعف ونقاہت سے کیا حال ہو گیا ہے؟ یہ سن کر آپ پر گریہ طاری ہو گیا۔ فرمایا: اے عبد الرحیم کتنے فقیر، محتاج، مسجدوں، درسگاہوں اور چبوتروں پر بھوکے پڑے ہوتے ہیں، اس حالت میں میرے حلق سے نوالہ کیسے اتر سکتا ہے؟[46]

---

42 الرعد 17:13

43 المتقی، علاء الدین بن علی، کنز العمال، **كتاب المواعظ والرقاق والخطب والحكم من قسم الافعال**، رقم الحدیث 44147

44 یہ اس وقت کی ایک کرنسی کا نام ہے۔

45 راحت القلوب، ملفوظات حضرت فرید الدین مسعود گنج شکر، لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ص 52

46 شیخ عبد الحق محدث دہلوی، اخبار الاخیار، مطبوعہ لاہور: اکبر بک سیلرز، ص 129

مزید فرمایا کہ جب انسان کو کوئی شخص تکلیف دے یا کوئی چیز چھین لے، اسے بد دعا نہیں کرنی چاہیے بلکہ دانت پیس کر رہ جانا چاہیے تاکہ اس کا مقصد حاصل ہو جائے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے اقبال کو بڑی اچھی طرح جانتا ہے۔[47]

خلاصہ بحث

صوفی ایک ایسے وجود کا نام ہے جو اپنے آپ کو اس دنیا میں مسافر سمجھتا ہے، نہ کسی سے الجھتا ہے نہ کسی کو الجھاتا ہے۔ اس کی نظر اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہوتی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف دیکھتا ہے کہ وہ رب العالمین ہے، اس نظر سے وہ مخلوق پر شفقت کرتا ہے اور اس کا احترام کرتا ہے۔ دوسری طرف جب اس کی نظر اٹھتی ہے تو اسے احساس ہوتا ہے کہ وہ رحمۃ للعالمین ﷺ کا امتی بھی ہے تو ان اوصاف کا خیال کرتے ہوئے وہ لوگوں کے لئے آسانیاں تلاش کرنے کے ساتھ ساتھ ان کا احترام بھی کرتا ہے۔ احترام انسانیت ہی وہ وہ بنیاد ہے جس کے ذریعے سے ہم بقائے باہمی کی طرف پیش قدمی کر سکتے ہیں۔

صوفیہ کرام کی تعلیمات اور ان کے کردار میں ہمیں اخوت، محبت، بھائی چارہ، صبر و تحمل اور بقائے باہمی کی خوبصورت مثالیں ملتی ہیں۔ صوفیہ کرام خلق خدا کو اللہ تعالیٰ کا کنبہ سمجھتے تھے، جس کی وجہ سے بلا تفریق ہر انسان کی عزت و تکریم اور خدمت کرتے رہے۔ انہوں نے ہمیشہ آسانی کا راستہ اختیار کیا تاکہ لوگوں کے لئے مشکلات پیدا نہ ہوں۔ خود تکلیف برداشت کر لیتے لیکن لوگوں کے لئے مشکلات پیدا نہ کرتے۔ ایک دوسرے کی رائے کا احترام اور دیگر مذاہب کے لوگوں کے مذہبی مقدسات کی تکریم صوفیہ کرام کی تعلیمات میں شامل ہیں۔ لوگ ان کی مجالس صحبت میں آکر ان کے حسن اخلاق، نرم لہجے، معاملات میں اعتدال، محبت بھرے انداز اور صبر و تحمل اور بقائے باہمی کو دیکھ کر ان کے محب اور گرویدہ ہو جاتے۔ انہیں لوگوں کو نیکی اور اسلام کی طرف قائل کرنے کے لئے گفتار کی ضرورت کم ہی پڑتی تھی۔ بقول اقبال:

ہجوم کیوں ہے زیادہ شراب خانے میں

---

47 امیر خسرو، افضل الفوائد، دہلی، ص475

فقط یہ بات کہ پیر مغاں ہے مرد خلیق[48]

اگر ہمارے حسن کردار، درد و گداز، ذکر و فکر اور علم و دانش سے سماج میں خاطر خواہ تبدیلی و قوع پذیر نہیں ہوتی تو ہمیں اپنے انداز زیست پر نظر ثانی کرنی ہو گی ورنہ بقول علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ سب کچھ رائیگاں چلا جائے گا:

یہ حکمت ملکوتی، یہ علم لاحوتی
حرم کے درد کا درماں نہیں تو کچھ بھی نہیں
یہ ذکر نیم شبی، یہ مراقبے، یہ سرور
تیری خودی کے نگہباں نہیں تو کچھ بھی نہیں
خرد نے کہہ بھی دیا لاالہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں[49]

---

48 علامہ محمد اقبال، بال جبریل، ص98

49 علامہ محمد اقبال، **کلیات اقبال**، لاہور: اقبال اکادمی، ص547